فقہی اسالیب: عبارۃ النص سے استدلال اور اس کی امثلہ ایک تحقیقی جائزہ

Jurisprudential Styles: Reasoning from Textual Expressions and Its Examples: A Research Review

Dr. Hafiz Falak Shair Fazi
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Leads University:
hafizfalakshair@yahoo.com

Dr. Mahmood Ahmed Shaikh
Assistant Professor, Law School, Bahria University, Islamabad:
mahmood.buic@bahria.edu.pk

Afrasiab Ahmed Rana
Lecturer, Law School, Bahria University, Islamabad:
afrasiab.buic@bahria.edu.pk

Abstract
The interpretation of the text requires not only its apparent meaning but also its implied meaning and the indirect indications and inferences that can be derived from it. By deriving the rules of the Shari'ah, the meaning of the texts is implied as follows. It is done in the following ways."The phrase of the text". "The indication of the text". "The meaning of the text". "The necessity of the text". They are called related texts. In this paper, an attempt has been made to provide a detailed application of these principles of textual implications and to clarify the jurisprudential styles by presenting some examples while reasoning from the text.
Keywords: *interpretation, jurisprudential, phrase, indication, necessity*

نص کی تشریح کے لیے نہ صرف اس کے ظاہری معنی بلکہ اس کے مضمر مفہوم اور بالواسطہ اشارے اور استنباط کی بھی پابندی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ شریعت کے احکام کو اخذ کرتے ہوئے نصوص کی اپنے معانی پر دلالت مندرجہ ذیل طریقوں سے ہوتی ہے۔

۱۔ عبارت النص ۲۔ اشارۃ النص ۳۔ دلالۃ النص ۴۔ اقتضاء النص، انہیں متعلقات نصوص کہتے ہیں۔

مقالہ ہذا میں متن مضمرات کے ان اصولوں کا تفصیلی اطلاق فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور عبارت النص سے استدلال کرتے ہوئے کچھ مثالیں پیش کر کے فقہی اسالیب کو واضح کیا جائے۔

عبارۃ النص کی تعریف:

"عِبَارَةُ النَّصِّ فَهِيَ الْمَعْنَى الَّذِي يَتَبَادَرُ فَهْمُهُ مِنْ صِيغَتِهِ، وَيَكُونُ هُوَ الْمَقْصُودُ مِنْ سِيَاقِهِ"[1]

عبارۃ النص سے مراد وہ معنی ہے جو کلام کے صیغہ سے ہی سمجھ میں آجائے اور وہی مقصود کلام ہو۔

مطلب یہ ہے کہ کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے جو کلام چلایا جائے اسے عبارۃ النص کہتے ہیں۔

امثلہ:

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

" لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ"[2]

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کیلئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔

یہ کلام اس بات (حکم) کو ثابت کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ جو مہاجر فقیر ہیں مالِ غنیمت میں انکا بھی حق ہے لہذا مال غنیمت کے مستحق افراد کے بیان میں یہ عبارۃ النص ہے۔

تحویلِ قبلہ کا حکم

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر عبارۃ النص کی مثالیں موجود ہیں جن میں محض قرآن مجید کی عبارت سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں چیز کا حکم کیا ہے۔ قرآن مجید میں تحویل قبلہ کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔[3]

بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی

---

[1]۔الموسوعة الفقهية الكويتية، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية – الكويت، ج ۴، ص ۲۷۷

[2]۔الحشر:۵۹،۸

[3]۔البقرۃ:۲،۱۴۴

طرف پھیر لیں۔ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو۔ اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔ اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اس آیت کا شان نزول لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

عن قتادة في قوله:"قدْ نَرى تَقلُّبَ وجهك في السماء" قال، كان صلى الله عليه وسلم يقلّب وجهه في السماء، يحبّ أن يصرفه الله عز وجل إلى الكعبة، حتى صرَفه الله إليها.[4]

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ یہ چاہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی: بے شک ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں ۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا۔ اور یہ بیان نہیں کیا تھا کہ کس سمت آپکو پھیر دے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرے کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔[5]

اس آیت کو نازل کرنے کا مقصد قبلہ کی تبدیلی تھی اور اس آیت کی عبارت سے تحویل قبلہ کا حکم ثابت ہے۔ اسی کو عبارۃ النص کہتے ہیں۔

---

[4] الطبري ،محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر (المتوفى: 310هـ)، جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة، ج ٣، ص ١٧٢

[5] حصکفی حنفی، در مختار، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج ا، ص ۲۸۷

اس بارے میں صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں:

آپ ﷺ جو دل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور امید وحی میں بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھتے ہیں کہ شاید فرشتہ حکم لے آوے سو آپ ﷺ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ (اور چونکہ ہمیں آپؐ کی خوشی پورا کرنا منظور ہے اس لیے (ہم وعدہ کرتے ہیں) کہ آپؐ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جو آپؐ کو پسند ہے (لو پھر ہم حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ) اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔ اور (یہ حکم صرف آپؐ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ سب لوگ پیغمبر بھی اور امتی بھی) جہاں کہیں موجود ہو (خواہ مدینہ میں یا اور جگہ۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں بھی) اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو (اور اس قبلہ کے مقرر ہونے کے متعلق) یہ اہل کتاب بھی بالعموم (اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے کہ بنی آخر الزمان کا قبلہ اس طرح ہو گا) یقیناً جانتے ہیں کہ یہ حکم بالکل ٹھیک ہے۔ (اور) ان کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ (مگر عناداً مانتے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کی کاروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں۔[6]

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت کے پہلے جملے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشتیاق کعبہ کا ذکر ہے اس اشتیاق کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں اور سب میں کوئی تعارض نہیں۔ وہ سب وجوہ ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی اور عطاء نبوت سے پہلے اپنی فطرت وطبیعت سے ملتِ ابراہیمی کے تابع کام کرتے تھے اور نزولِ وحی کے بعد قرآن نے بھی آپؐ کی شریعت کو ملت ابراہیم کے مطابق قرار دیا اور حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا اس لیے آپؐ کی خواہش یہی تھی کہ آپؐ کا اور مسلمانوں کا قبلہ بھی وہی کعبہ بیت اللہ قرار دیا جائے۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ یعنی کعبہ کو قرار دیدیا جائے اور چونکہ مقربان بارگاہ الٰہی انبیاء علیہم السلام اپنی کوئی خواہش اور کوئی درخواست حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس وقت تک پیش نہیں کرتے جب تک اُن کو یہ درخواست پیش کرنے کی اجازت کا علم نہ ہو جائے اس سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرنے کی اجازت پہلے مل چکی تھی۔ اور آپ اس کی دعا کر رہے تھے۔ اور اس کی قبولیت کے امیدوار تھے۔ اس لیے بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے کہ شاید کوئی فرشتہ حکم لے کر آجائے آیت مذکور میں اس کیفت کا بیان فرما کر پہلے تو قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا۔

---

[6] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج ا، ص ۳۸۰

روزہ کی فرضیت کے بارے میں عبارۃ النص کی مثال میں درج ذیل آیت بھی پیش کی جاسکتی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[7]

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاو۔

تمام ادیان اور ملل میں روزہ معروف ہے۔ قدیم مصری۔ یونانی۔ رومن اور ہندو سب روزہ رکھتے تھے۔ موجودہ تورات میں بھی روزہ داروں کی تعریف کا ذکر ہے۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کا چالیس دن روزہ رکھنا ثابت ہے۔ یروشلم کی تباہی کو یاد رکھنے کے لئے یہود اس زمانہ میں بھی روزہ کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور روزہ داروں کی تعریف کی گئی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا اسی طرح تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں رغبت ہو کیونکہ جب مشکل کام لوگوں پر لاگو کر دیا جاتا ہے تو پھر وہ سہل ہو جاتا ہے۔[8]

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا۔[9]

سابقہ آیات میں قصاص اور وصیت کا ذکر ہے اور روزہ کی ان سے مناسبت یہ ہے کہ قصاص میں نفس انسان کو جس طور پر قتل کیا جاتا ہے۔ اور روزہ میں شہوت کو قتل کیا جاتا ہے قصاص میں معنوی طور پر اجسام کی حیات ہے اور روزہ میں ارواح کی حیات ہے کیونکہ روزے سے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے بچتا ہے اور فرشتوں کے اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے۔ جبکہ وصیت میں مال دوسرے کے حوالے کیا جاتا ہے۔ اور یہ قتل سے کم مشکل کام ہے۔ اور روزہ میں صرف کھانے پینے اور جماع سے رکنا ہوتا ہے اور یہ اس سے بھی کم مشکل کام ہے گویا تدریجا مشکل

---

[7] البقرۃ:۲، ۱۸۳

[8] سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵، ج۱، ص۶۹۸

[9] درمختار علی ھامش ردالمختار، دارالمعرفہ، بیروت، ج۲، ص۸۰،

سے آسان احکام دیئے گئے۔ روزہ کی فرضیت کا حکم بھی عبارۃ النص سے ثابت ہے کیونکہ روزہ فرض کرنے کے لئے ہی آیت نازل کی گئی ہے۔[10]

صوم کے لفظی معنی امساک یعنی رکھنے اور بچنے کے ہیں اور اصلاحِ شرع میں کھانے پینے اور عورت سے مباشرت کرنے سے رکنے اور باز رہنے کا نام صوم ہے۔ بشرطیکہ وہ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک مسلسل رُکا رہے اور نیت روزہ کی بھی ہو۔ اس لیے اگر غروب آفتاب سے ایک منٹ پہلے بھی کچھ کھالیا تو روزہ نہیں ہوا اسی طرح اگر ان تمام چیزوں سے پرہیز تو پورے دن پوری احتیاط سے کیا۔ مگر نیت روزہ کی نہیں کی تو روزہ نہیں ہوا۔

روزے کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک خاص مثال سے دیا گیا ہے حکم کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ یہ روزے کی فرضیت کچھ تمہارے ساتھ خاص نہیں۔ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے۔ اس سے روزے کی خاص اہمیت بھی معلوم ہوئی اور مسلمانوں کی دلجوئی کا بھی انتظام کیا گیا کہ روزہ اگر چہ مشقت کی چیز ہے مگر یہ مشقت تم سے پہلے لوگ اٹھاتے آئے ہیں۔ طبعی بات ہے کہ مشقت میں بہت سے لوگ مبتلا ہوں تو وہ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے۔[11]

قرآن کریم کے الفاظ الذین من قبلکم عام ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام شریعتوں اور امتوں کو شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نماز کی عبادت سے کوئی شریعت اور امت خالی نہیں رہی۔ اسی طرح روزہ بھی ہر شریعت میں فرض رہا ہے ""جن حضرات نے فرمایا ہے کہ کن قبلکم سے اس جگہ ۔۔۔۔۔ مراد ہیں۔ وہ بطور ایک مثال کے ہے۔ اس سے دوسری امتوں کی نفی نہیں ہوتی۔ (روح المعانی) آیت میں صرف اتنا بتلایا گیا ہے کہ روزے جس طرح مسلمانوں پر فرض کیے گئے پچھلی امتوں میں بھی فرض کئے گئے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پچھلی امتوں کے روزے تمام حالات وصفات میں مسلمانوں ہی کے روزوں کے برابر ہوں۔ مثلاً روزوں کی تعداد، روزوں کے اوقات کی تجدید اور یہ کہ کن ایام میں رکھے جائیں ان امور میں اختلاف ہو سکتا ہے چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہوا کہ تعداد میں بھی کمی بیشی ہوتی رہی اور روزے کے ایام اور اوقات میں فرق ہوتا رہا ہے۔[12]

---

[10] تبیان القرآن، ج ا، ص ۶۹۸

[11] محمود آلوسی، شہاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم ، دار الکتب العلمیہ، لبنان ,ج ا، ص ۲۵۲

[12] ایضاً

"لعلکم تتقون" میں اشارہ ہے کہ تقوی کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کو بڑا دخل ہے کیونکہ روزہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ایک ملکہ ہوتا ہے وہی تقوٰی کی بنیاد ہے۔

قصاص کا حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰي ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[13].

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد ،غلام کے بدلے غلام ،اور عورت کے بدلہ میں عورت ،سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا ہو تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے۔ اور نیکی کے ساتھ اس کی ادئیگی کی جائے۔ یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

آزاد سے غلام کا قصاص لینا

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام کے بدلہ آزاد کو قتل کرنا جائز ہے امام اعظم ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰي .اس آیت میں مقتولین کا لفظ عام ہے۔ یہ ہر مقتول کو شامل ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی۔ اس کا بدلہ اس کے قاتل سے لیا جائے گا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ،لہذا اگر آزاد شخص نے کسی غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کا قصاص اس آزاد قاتل سے لیا جائے گا۔

دوسری دلیل:

"ان النفس بالنفس"[14]

بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔

---

[13] البقرۃ:۲،۱۷۸

[14] المائدۃ:۵،۴۵

اس آیت میں بھی مطلقا فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آزاد یا غلام کا فرق نہیں کیا گیا۔ اور یہ تورات کا حکم بلا نکیر اور ہم پر حجت ہے۔

اس آیت کے ہمارے حق میں حجت ہونے پر دلیل یہ حدیث ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شخص اس کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون صرف تین وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے بہا ناجائز ہے۔: جان کا بدلہ جان، شادی شدہ، زانی، دین سے مرتد ہونے والا اور جماعت ترک کرنے والا اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[15]

اس حدیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطابقا فرمایا: جان کا بدلہ جان ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ مذکورہ آیت کا حکم تورات کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ نیز ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

ولكم فى القصاص حياة۔[16]

اور قصاص کے حکم میں تمہارے لیے زندگی ہے۔

اس آیت میں بر سبیل عموم فرمایا ہے کہ قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اور اس کو آزاد یا غلام کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ قصاص کی وجہ سے مسلمان کسی کو قتل کرنے سے باز رہیں گے آزاد غلام کو قتل نہیں کرے گا اور غلام آزاد کو، امام ابو حنیفہ کے موقف کے ثبوت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

حافظ ایثمی بیان کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اس سے خیانت کرے نہ اس کو ذلیل کرے۔ ان کا خون ایک دوسرے (کے کفو) کی مثل ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے "معجم اوسط" میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی کا نام قاسم بن ابی الزناد لکھا ہے۔ حالانکہ اس کا نام ابو القاسم بن ابی الزناد ہے۔ اس کے علاوہ حافظ الہیثمی نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی۔[17]

---

[15] مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد کراچی ۱۳۷۵، ج ۲، ص ۵۹،

[16] البقرۃ: ۲، ۱۷۹

[17] ۔ الحیثمی، علی ابن ابو بکر، مجمع الزوائد، دار الکتاب العربی، بیروت، ج ۶، ص ۲۸۳

آیت میں آزاد کے مقابل آزاد اور عورت کے مقابل عورت کا جو ذکر آیا ہے یہ اُس خاص واقعہ کی بناء پر ہے جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ آیت کا حاصل یہ کہ جس نے قتل کیا ہے۔ وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ چاہے وہ عورت ہو یا غلام، قاتل عورت اور غلام کے بجائے بے گناہ مرد یا آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ: ابن کثیر نے باسناد ابن ابی حاتم نقل کیا ہے۔ کہ زمانہ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ ہوئی۔ طرفین کے بہت سے آدمی آزاد اور غلام مرد اور عورتیں قتل ہو گئے ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانہ اسلام شروع ہو گیا اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہو گئے اسلام لانے کے بعد اپنے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو ہوئی تو ایک قبیلہ جو قوت و شوکت والا تھا۔ اس نے کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے میں تمہارا آزاد آدمی اور عورت کے بدلے میں مرد قتل نہ کیا جائے ان کے جاہلانہ اور ظالمانہ مطالبہ کی تردید کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا حاصل ان کے اس مطالبہ کو رد کرنا تھا۔ کہ غلام کے بدلے آزاد کو عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے اگرچہ وہ قاتل نہ ہو۔ اسلام نے اپنا عادلانہ قانون۔۔۔ نافذ کر دیا کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے اگر عورت قاتل ہے تو کسی بے گناہ مرد کو اس کے بدلے قتل کرنا اسی طرح قاتل اگر غلام ہے تو اس کے بدلے میں کسی بے گناہ آزاد کو قتل کرنا ظلم عظیم ہے جو اسلام میں قطعا برداشت نہیں کیا جا سکتا۔[18]

ایام حج میں فحش باتیں، گناہ اور جھگڑا کرنے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ[19].

حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کرے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں، نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ اور تم جو نیکی کرتے ہو۔ اس کا اللہ کو علم ہے۔ اور سفر کا خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔"

---

[18]۔ حافظ عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، مترجم، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، ج۱، ص۱۶۹

[19]۔ البقرۃ:۲، ۱۹۷

علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابن جبیر قتادہ، حسن، عکرمہ، مجاہد، زھری اور سدی نے بیان کیا کہ رفت سے مراد یہاں جماع ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور طاوس وغیرھم نے کہا اس سے مراد عورتوں سے فحش کلام کرنا ہے۔ فسق سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور جدال سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطا اور مجاہد کی رائے ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے کہا اس سے مراد گالی دینا ہے ابن زید اور امام مالک نے کہا اس سے مراد اس بات میں اختلاف کرنا ہے کہ کون اپنے باپ دادا کے موقف پر کھڑا ہے۔ کیونکہ عرب کسی اور کے موقف میں وقوف کرتے اور پھر اس میں اختلاف اور بحث کرتے۔ قاسم نے کہا یا اس میں اختلاف کریں کہ حج آج ہے یا کل۔[20]

فحش باتیں، فسق اور جھگڑا کرنا ہر وقت اور ہر جگہ ممنوع ہے لیکن یہ ممانعت دوران حج میں عبارۃ النص سے ثابت ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاملات سختی اور شدت سے منع ہیں۔ جب انسان بہت اللہ کی زیارت اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے دور دراز سے چل کر یہاں آئے۔ ویسے تو تمام سفر حج میں انسان ان برائیوں سے مجتنب رہے لیکن حج کا احرام باندھنے سے لیکر مناسک حج مکمل ہونے تک جو شخص ان برے کاموں سے بچا رہا۔ اس کا حج، حج مبرور ہے۔[21]

امام ابن جریر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

"حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اس بیت کا حج کیا اور فحش باتیں نہیں کیں اور فسق نہیں کیا وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو کر نکلے گا جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔"[22]

مفتی محمد شفیع اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ حج کے چند مہینے معیّن ہیں (یعنی شوّال، ذوالقعدہ اور عشرہء ذی الحجہ)، تو جو شخص ان (مہینوں) میں نیت کر کے (اپنے اوپر) حج لازم کرلے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط

---

[20]۔ اندلسی، ابو الحیان، البحر المحیط، دار احیا التراث، بیروت، لبنان، ج ۲، ص ۲۸۱

[21]۔ تبیان القرآن، ج ۱، ص ۷۷۳

[22]۔ ابن جوزی، عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي ،زاد المسیر فی علم التفسیر، الناشر: المكتب الإسلامي - دار ابن حزم، 1423، ج ۲ ص ۱۶۱

کرے اور نہ کوئی (اور) گناہ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرے، اور تم جو بھلائی بھی کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور (آخرت کے) سفر کا سامان کرلو، بیشک سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے، اور اے عقل والو! میرا تقویٰ اختیار کرو۔[23]

پھر جس شخص نے لازم کرلیا ان میں حج تو بے حجاب ہوتا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا۔ حج کے زمانے میں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے۔ آیت کے اس حصے میں حج کا احرام باندھنے والے کے لئے کچھ منفی آداب اور احکام کا بیان ہے جن سے حالت احرام میں پرہیز کرنا لازم و واجب ہے۔ وہ تین چیزیں ہیں۔ رفث، فسوق، جدال رفث ایک لفظ جامع ہے جس میں عورت سے مباشرت اور اس کے مقدمات یہاں تک کہ زبان سے عورت کے ساتھ اس کی کھلی گفتگو بھی داخل ہے۔ مجرم کو حالت احرام میں یہ سب چیزیں حرام ہیں ۔ تعریض و کنایہ کا مضائقہ نہیں۔ فسوق کے لفظی معنی خروج کے ہیں۔ اصطلاح قرآن میں عدول حکمی اور نافرمانی کو فسوق کہا جاتا ہے۔ جو اپنے عام معنی کے اعتبار سے سب گناہوں کو شامل ہے۔ اسی لئے بعض حضرات نے اس جگہ عام معنی ہی مراد لئے ہیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ فسوق کی تفسیر محظورات احرام سے فرمائی ہے۔ یعنی وہ کام جو حالت احرام میں ممنوع و ناجائز ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس مقام کے مناسب ہی۔۔۔ ہے۔ کیونکہ عام گناہوں کی ممانعت احرام کے ساتھ خاص نہیں ہر حال میں حرام ہیں۔[24]

جدال کے معنی ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کے ہیں۔ اس لئے سخت قسم کے جھگڑنے کو جدال کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ بھی بہت عام ہے اور بعض حضرات مفسرین نے عام ہی معنی مراد لئے ہیں اور بعض حضرات نے مقام حج و احرام کی مناسبت سے اس جگہ جدال کے معنی یہ کیے ہیں۔ کہ جاہلیت عرب کے لوگ مقام وقوف میں اختلاف رکھتے تھے۔ کچھ لوگ عرفات میں وقوف کرنا ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ حقیقت ہے اور کچھ مزدلفہ میں وقوف ضروری سمجھتے تھے۔ عرفات میں جانے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے اور اسی کو موقف ابراہیم علیہ السلام قرار دیتے تھے۔ اسی طرح اوقات حج کے معاملہ میں بھی اختلاف تھا کچھ لوگ ذی الحجہ میں حج کرتے تھے اور کچھ ذیقعدہ میں ہی کر لیتے تھے اور پھر ان معاملات میں باہمی تنازعات اور جھگڑے ہوتے تھے ایک دوسرے کو گمراہ کہتا تھا۔ قرآن کریم نے یہ فرما کر ان جھگڑوں کا خاتمہ فرمایا اور جو بات حق تھی کہ وقوفِ فرض عرفات میں اور پھر وقوف واجب مزدلفہ

---

[23]۔ معارف القرآن، ج ا، ص ۴۸۳

[24]۔ معارف القرآن، ج ا، ص ۴۸۴

میں کیا جائے اور حج صرف ذی الحجہ کے ایام میں کیا جائے۔ اس کا اعلان کر کے اس کے خلاف جھگڑا کرنے کو ممنوع قرار دے دیا۔[25]

اس آیت میں فلا رفث ولا فسوق ولا جدال کے الفاظ نفی کے الفاظ ہیں۔ کہ یہ سب چیزیں حج میں نہیں ہیں حالانکہ مقصود ان چیزوں سے نہی اور ممانعت کرنا ہے۔ جس کا لا ترفثوو ولا تفسقوا و لا تداجدلوا یہ تھا کہ ولا تجادلوا کہا جاتا مگر یہاں نہی کی جگہ نفی کے الفاظ رکھ کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ ان افعال کی حج میں کوئی گنجائش اور تصور ہی نہیں۔[26]

مشرک اور مشرکہ سے نکاح کی حرمت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ[27].

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو۔ اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو۔ حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور مسلمان غلام (آزاد) مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھا لگتا ہو۔ یہ (مشرکین) دوزخ کی آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اور لوگوں کے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے "تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔"

علامہ سعیدی اس آیت میں عبارۃ النص سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعض مسائل بیان فرمائے کہ مشرک مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمان مردوں کا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی

---

[25]۔ ایضا

[26]۔ ایضا

[27]۔ البقرۃ:۲:۲۲۱

کے ساتھ جسمانی اور ذہنی قرب ہوتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے عقائد و نظریات، افکار اور خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ خدشہ ہے کہ مشرک شوہر کے عقائد سے مسلمان بیوی متاثر ہو یا مشرک عورت کے نظریات سے مسلمان شوہر متاثر ہو اس لئے اسلام نے یہ راستہ ہی بند کر دیا۔ اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مسلمان شوہر یا بیوی سے مشرک بیوی یا شوہر متاثر ہو جائے لیکن جب کوئی چیز نفع اور نقصان کے دائرے ہو تو نقصان سے بچنے کو نفع کے حصول پر مقدم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان مناکحت کا معاملہ کلیۃ منقطع کر دیا۔ یہاں شرک سے مراد کفر ہے۔ اس لئے ملحد، مجوسی، بت پرست اور کسی بھی قسم کے کافر سے نکاح جائز نہیں ہے مسلمان مرد کا نہ مسلمان عورت کا۔[28]

آیت کا شان نزول:

حافظ جلال الدین سیوطی اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو مرثد غنوی کے متعلق نازل ہوئی ہے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ عناق نامی ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیں جو نہایت حسین و جمیل عورت تھی اور حضرت ابو مرثد مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ عورت مجھے بہت اچھی لگتی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔[29]

مشرک اور مشرکہ سے نکاح کی حرمت:

آیت مذکورہ میں ایک اہم مسئلہ یہ بیان فرمایا گیا کہ مسلمان مردوں کا نکاح کافر عورتوں سے اور کافر مردوں کا نکاح مسلمان عورتوں سے جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کافر مرد اور عورتیں انسان کو جہنم کی طرف لے جانے کے سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ ازدواجی تعلقات، آپس کی محبت۔۔ اور یگانگت کو چاہتے ہیں۔ اور بغیر اس کے ان تعلقات کا اصلی مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اور مشرکین کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قریبہ محبت و مودت کا لازمی اثر یہ ہے کہ ان کے دل میں بھی کفر و شرک کی طرف میلان پیدا ہو یا کم از کم شرک و کفر سے نفرت اُن کے دلوں سے نکل جائے۔ اور اس کا انجام یہ ہے کہ یہ بھی کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ جہنم

---

[28]۔ تبیان القرآن، ج ا، ص ۸۲۰

[29] سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، ج ا، ص ۲۵۶،

کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور صاف صاف اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ نصیحت پر عمل کریں۔ اس جگہ چند باتیں قابل غور ہیں۔

اول یہ کہ اس آیت میں لفظ مشرک ہے۔ اگر مطقا غیر مسلم مراد ہوں تو قرآن کریم کی ایک دوسری آیت کی بناء پر اہل کتاب کی غیر مسلم عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: المحصنات من الذین اوتوا الکتاب اور اگر مشرک سے خاص وہ غیر مسلم مراد ہیں جو اہل کتاب نہیں تو یہ آیت اپنی جگہ عام ہے تمام اُن غیر مسلموں کو جو کسی پیغمبر اور آسمانی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ مسلم و کافر کے درمیان ازدواجی تعلقات کو حرام قرار دینے کی جو وجہ قرآن کریم میں بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کے ساتھ ایسے تعلقات قریبہ کفر و شرک میں مبتلا ہو جانے کا سبب بن سکتے ہیں۔ یہ بات تو بظاہر تمام غیر مسلم فرقوں میں مساوی ہے پھر اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب ظاہر ہے کہ اہل کتاب کا اختلاف اسلام کے ساتھ بہ نسبت دوسرے غیر مسلموں کے کم اور ہلکا ہے۔ کیونکہ عقائد اسلام کے تین عمود ہیں۔ توحید، آخرت، رسالت، ان میں سے عقیدہ آخرت میں تو اہل کتاب یہود و نصاری بھی اپنے اصل مذہب کے اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ متفق ہیں۔ اسی طرح خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا خود ان کے اصل مذہب میں بھی کفر ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام کی عظمت و محبت کے غلو میں شرک تک جا پہنچے۔

اب بنیادی اختلاف یہ رہ جاتا ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتے۔ اور اسلام میں یہ عقیدہ بھی بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کے بغیر کوئی انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ بہر حال دوسرے غیر مسلم فرقوں کی نسبت اہل کتاب کا اختلاف ہلکا اور کم ہے اس لئے اس میں عقیدہ کا خطرہ زیادہ نہیں۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ جب اہل کتاب کا اختلاف ہلکا قرار دے کر ان کی عورتوں کا نکاح بھی مسلمان کا جائز ہو اتو اس کے برعکس مسلمان عورتوں کا نکاح بھی غیر مسلم اہل کتاب سے جائز ہونا چاہیے تھا مگر ذرا غور کرنے سے فرق واضح ہو جاتا ہے کہ عورت کچھ فطرۃً ضعیف ہے اور پھر شوہر اس پر حاکم اور نگران بنایا گیا ہے اس کے عقائد و نظریات سے عورت کا متاثر ہو جانا مستبعد نہیں۔ اس لئے اگر مسلمان عورت غیر مسلم کتابی کے نکاح میں رہے تو اس کے عقائد خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ بخلاف اس کے کہ غیر مسلم کتابی عورت مسلمان کے نکاح میں رہے تو اس کے خیالات کا اثر شوہر پر پڑنا اصولاً مستبعد ہے کوئی بے اصول اور افراط کا شکار ہو جائے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

چوتھی بات قابل غور یہ ہے کہ ازدواجی تعلقات میں جو کچھ اثر ہوتا ہے۔ وہ طرفین پر یکساں ہوتا ہے۔ اس لئے جیسے یہ اندیشہ ہے کہ مسلمان کے عقائد غیر مسلم سے متاثر ہو جائیں اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ معاملہ برعکس ہو۔ غیر مسلم کے عقائد مسلمان سے متاثر ہوں اور وہ ہی اسلام قبول کرلے تو اس کا مقتضا یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے ازدواجی تعلقات کو ممنوع نہ کیا جائے۔ لیکن یہاں حکمت کی بات یہ ہے کہ جب کسی چیز میں ایک نفع کی امید اور کسی ضرر کا خطرہ بھی ہو تو عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ ضرر سے بچنے کا اہتمام نفع کی فکر سے زیادہ ضروری ہے۔ اس لیے اس نفع کی امید کو نظر انداز کیا گیا کہ شاید وہ غیر مسلم متاثر ہو کر اسلام قبول کرلے۔ اہتمام اس کا کیا گیا ہے کہ مسلمان متاثر ہو کر کفر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

پانچویں بات قابل غور یہ کہ اہل کتاب۔ یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو نکاح کی اجازت کے بھی معنی یہ ہیں کہ اگر نکاح کر لیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اولاد ثابت النسب ہو گی لیکن روایات حدیث اس پر شاید ہیں کہ یہ نکاح بھی پسندیدہ نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو اپنے نکاح کے لئے دیندار صالح عورت تلاش کرنی چاہیے تاکہ خود اس کے لیے بھی دین میں معین ثابت ہو اور اس کی اولاد کو بھی دیندار ہونے کا موقع میسر آئے اور جب غیر متدین مسلمان عورت سے نکاح پسند نہیں کیا گیا تو کسی غیر مسلم سے کیسے پسند کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب خبر پہنچی کہ عراق و شام کے مسلمانوں میں کچھ ایسے ازدواج کی کثرت ہونے لگی تو بذریعہ فرمان اُن کو اس سے روک دیا گیا اور اس پر توجہ دلائی گئی کہ یہ ازدواجی تعلق دیانتہً بھی مسلم گھرانوں کے لئے خرابی کا سبب ہے اور سیاستہً بھی 1 اور آج کے غیر مسلم اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور ان کے ساتھی مکر و فریب اور سیاسی شادیاں اور مسلم گھرانوں میں داخل ہو کر ان کو اپنی طرف مائل کرنا اور ان کے راز حاصل کرنا وغیرہ جس کا اقرار خود بعض مسیحی مصنفین کی کتابوں میں میجر جنرل اکبر کی کتاب "حدیث دفاع" میں اسی کی کچھ تفصیلات حوالوں کے ساتھ مذکور ہیں۔

عدت کی اقسام:

مطلقہ عورتیں قسم کی ہیں۔

1۔ مطلقہ غیر مدخولہ

2۔ مطلقہ مدخولہ

3۔ مطلقہ حاملہ

4۔ مطلقہ غیر حاملہ سن ایاس یا بڑھاپے والی

1۔مطلقہ مدخولہ

جو عورت مطلقہ، مدخولہ ہو غیر حاملہ ہو بالغہ اور جوان ہو اس عورت کی عدت تین حیض ہے اور یہ عدت آیت کی عبارۃ النص سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ۭ۔[30]

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں۔

2۔مطلقہ غیر مدخولہ

جو عورت مطلقہ ہو اور غیر مدخولہ ہو تو اس کی سرے سے عدت نہیں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا [31].

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو تو پھر تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں۔ جسے تم شمار کرو۔ سو تم ان کو کچھ فائدہ پہنچاو اور حسن سلوک کے ساتھ انہیں چھوڑ دو۔

3۔مطلقہ حاملہ:

جو عورت مطلقہ ہو اور حاملہ بھی ہو اس کی عدت وضع حمل ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [32].

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

4۔مطلقہ غیر حاملہ غیر حائضہ:

جو عورت مطلقہ ہو، غیر حاملہ ہو لیکن صغر سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

---

[30]۔البقرۃ:۲۲۸

[31]۔الاحزاب:۴۹

[32]۔الطلاق:۴

وَالائیِیَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَائِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْہُرٍ والائی لَمْ یَحِضْنَ ۔[33]

"تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمہیں اشتباہ ہو (کہ ان کی عدت کیا ہو گی؟) تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن عورتوں کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا (ان کی عدت بھی تین ماہ ہے)

عدت وفات:

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس میں عدت کا مدخولہ یا غیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں ہے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی جیسا کہ آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَہُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِہِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔[34]

اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں، پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مؤاخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے

عدت کا لغوی معنی ہے گننا اور شمار کرنا۔ اور صطلاح شرع میں یہ معنی ہے کہ زوال نکاح کے بعد عورت کا شوہر کے مکان میں ایک مدت معینہ تک ٹھہرنا اور انتظار کرنا۔ عورت کے حق میں عدت کا رکنا یہ ہے کہ دوران عدت اس کا گھر سے نکلنا حرام ہے اور دوران عدت نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام قبول کرنا حرام ہے۔ اور مرد پر لازم ہے کہ وہ عدت کے زمانہ میں عورت کو رہائش اور کھانے کا خرچہ مہیا کرے اگر اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو مطلقہ اس کے گھر میں اجنبی عورت کی طرح رہے گی اور اس سے پردہ کرے گی۔ عدت کے دوران مرد پر مطلقہ کی بہن، اس کی پھوپھی

---

[33]۔ الطلاق:۴

[34]۔ البقرۃ:۲۳۴

،اس کی خالہ ،اس کی بھتیجی اور اس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح اگر مطلقہ اس کی چوتھی بیوی تھی اور بقیہ تین اس کے نکاح میں ہیں تو اب وہ دوران عدت مزید کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

تمام مذکورہ مطلقہ عورتوں کی عدت اور وفات کی عدت قرآن کی عبارۃ النص سے ثابت ہیں۔ وفات کی عدت پہلے ایک سال تھی جسکو اسلام نے ابتداء میں برقرار رکھا پھر اس کو بھی منسوخ کر کے چار ماہ دس دن عدت وفات مقرر کر دی۔ اس طرح تمام طرح کی عدتیں عبارۃ النص سے ثابت ہیں۔

رضاع کی عدت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ [35]۔

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے "اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماوں) کا کھانا پینا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ماوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ ملائیں اور یہ کہ باہمی رضامندی سے وہ بچوں کو پورے دوسال تک دودھ پلائیں اور بچوں کے باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق دودھ پلانے والیوں کو کھانے اور کپڑوں کا خرچ مہیا کریں۔ اور یہ کہ بچوں کی وجہ سے ماں باپ میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔

امام مالک کے نزدیک ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ خواہ وہ منکوحہ ہو یا مطلقہ اور جمہور کے نزدیک ماں پر اس وقت دودھ پلانا واجب ہے جب بچہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پیئے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مدت دوسال ہے۔ اور کم از کم دودھ پلانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

دین میں جبر نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[35]۔ البقرۃ:۲۳۳

لا اکراہ فی الدین۔[36]

زبردستی نہیں دین کے معاملے میں۔

اس آیت کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے حالانکہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم اس کے معارض ہے۔ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے لئے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے بلکہ دفع فساد کے لئے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے جس کے درپے کافر رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭوَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۔[37]

یہ لوگ زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد اور قتال کے ذریعے سے ان لوگوں کے فساد کو دور کرنے کا حکم دیا ہے پس ان لوگوں کا قتل ایسا ہی ہے جیسے سانپ۔ بچو اور دیگر موذی جانوروں کا قتل۔[38]

علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

اس سے پہلے آیت الکرسی میں اللہ عزوجل کی صفات بیان کی گئی تھیں اور یہ بتایا گیا تھا کہ تمام آسمان میں صرف اسی کی سلطنت ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت سے اس کو تھکاوٹ نہیں ہوتی اور اس کو ہر چیز کا علم ہے اور جب انسان نے یہ جان لیا تو پھر اس کے اسلام قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ وحدانیت کو تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور انسان اگر اس کائنات میں غور و فکر کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا اور اس کو باقی رکھنے والا ہی رب عظیم ہے اب اللہ تعالیٰ یہ فرمارہا ہے کہ اللہ کی ذات وصفات کو جاننے کے بعد انسان کو از خود اس پر ایمان لانا چاہیے۔ اور اس کے لئے کسی جبر و اکراہ کی ضرورت نہیں ہے۔[39]

---

[36] المائدۃ:۲۵۶

[37] ۔ المائدۃ:۶۴

[38] ۔ معارف القرآن، ج۱، ص۶۱۵

[39] ۔ تبیان القرآن، ج۱، ص۹۷۶

قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہیں ہے کہ لوگ جبراً اسلام میں داخل ہوں۔ ارشاد ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ[40].

"اور اگر آپ کا رب جانتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ہی ایمان لے آتے! تو کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔"

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۔[41]

آپ کہیے کہ یہ حق (ہے) تمہارے رب کی طرف سے سو جو چاہیے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔"

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ک انصار کے ایک قبیلہ بن سالم بن عوف کے حصین نامی ایک شخص کے دو بیٹے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ان کے بیٹے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا وہ ان کو جبراً مسلمان کریں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ "دین میں جبر نہیں ہے۔[42]

اس آیت کے متعلق علماء تفسیر کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جب کفار سے جہاد اور قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب ان کی زیادتیوں پر معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا اور یہ حکم تھا کہ ان کی برائی کو اچھائی سے دور کرو۔ اور عمدہ طریقے سے ان سے بحث کرو اور جب جاہل مسلمانوں سے بات کرتے تو وہ سلام کہتے۔ اور جب جہاد اور قتال کی آیات نازل ہوئیں تو ان آیات کا حکم منسوخ ہو گیا۔ زید بن اسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال رہے اور آپ کسی شخص پر دین میں جبر نہیں کرتے تھے اور مشرکین

---

[40]۔ یونس:۹۹

[41]۔ الکھف:۲۹

[42]۔ طبرسی، ابو علی فضل بن حسن ،مجمع البیان، دار المعرفہ ،بیروت، ج۳، ص۱۰،

آپ سے قتال کرنے کے سوا اور کسی بات کو نہیں مانتے تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے قتال کرنے کی اجازت دی [43]۔

علامہ ابو بکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں:۔

قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور اھل کتاب جب جزیہ ادا کر دیں۔ تو وہ اصل اسلام کے حکم میں داخل ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب سے تلوار یا اسلام کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کیا اور جو مشرک بھی یہودی یا نصرانی ہو جائے اسکو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔[44]

خلاصہ و نتائج:

مقالہ ہذا میں عبارت النص سے استدلال کرتے ہوئے کچھ مثالیں پیش کر کے فقہی اسالیب کو واضح کیا گیا ہے اہم فقہی امثال کا ذکر کر کے اس سے اسالیب کی وضاحت کی گی ہے مثلا تحویل قبلہ کا حکم سے فقہی اسالیب کی وضاحت ،قصاص کا حکم، روزہ کا حکم، غلام کے آزاد کرنے کا حکم ، ایام حج میں فحش باتیں، گناہ اور جھگڑا کرنے کی ممانعت ، مشرک اور مشرکہ سے نکاح کا حکم، عدت اور رضاعت کا حکم وغیرہ پر متن مضمرات کے ان اصولوں کا تفصیلی اطلاق فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ا۔جیسا کہ تحویل قبلہ کے حکم سے متعلق یہ ہے کہ اس آیت کو نازل کرنے کا مقصد قبلہ کی تبدیلی تھی اور اس آیت کی عبارت سے تحویل قبلہ کا حکم ثابت ہے۔اسی کو عبارۃ النص کہتے ہیں۔

۲۔روزے کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک خاص مثال سے دیا گیا ہے اور حکم کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ یہ روزے کی فرضیت کچھ تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے۔اس سے رو زے کی خاص اہمیت بھی معلوم ہوئی اور مسلمانوں کی دلجوئی کا بھی انتظام کیا گیا کہ روزہ اگرچہ مشقت کی چیز ہے مگر یہ مشقت تم سے پہلے لوگ اٹھاتے آئے ہیں۔ طبعی بات ہے کہ مشقت میں بہت سے لوگ مبتلا ہوں تو وہ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے۔

---

[43]۔جصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، مترجم، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۹، ج ا، ص ۴۵۲

[44]۔ مجمع البیان، ج ۳، ص ۱۱۔ ۱۲

۳۔ قصاص والی آیت میں بر سبیل عموم فرمایا ہے کہ قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اور اس کو آزاد یا غلام کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ قصاص کی وجہ سے مسلمان کسی کو قتل کرنے سے باز رہیں گے آزاد غلام کو قتل نہیں کرے گا اور غلام آزاد کو قتل نہیں کرئے گا۔

۴۔ ایام حج میں فحش باتیں، گناہ اور جھگڑا کرنے کی ممانعت سے متعلق آیت میں فلا رفث ولا فسوق ولا جدلال کے الفاظ نفی کے الفاظ ہیں۔ کہ یہ سب چیزیں حج میں نہیں ہیں حالانکہ مقصود ان چیزوں سے نہی اور ممانعت کرنا ہے۔ جس کالا ترفثوو ولا تفسقوا و لا تداجدلوا یہ تھا کہ ولاتجادلوا کہاجاتا مگر یہاں نہی کی جگہ نفی کے الفاظ رکھ کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ ان افعال کی حج میں کوئی گنجائش اور تصور ہی نہیں۔

۵۔ مشرک اور مشرکہ سے نکاح کا حکم سے متعلق آیت میں ایک اہم مسئلہ یہ بیان فرمایا گیا کہ مسلمان مردوں کا نکاح کافر عورتوں سے اور کافر مردوں کا نکاح مسلمان عورتوں سے جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کافر مرد اور عورتیں انسان کو جہنم کی طرف لے جانے کے سبب بنتے ہیں اور مشرکین کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قریبہ محبت و مودت کالازمی اثر یہ ہے کہ ان کے دل میں بھی کفر و شرک کی طرف میلان پیدا ہو یا کم از کم شرک و کفر سے نفرت اُن کے دلوں سے نکل جائے۔ اور اس کا انجام یہ ہے کہ یہ بھی کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور صاف صاف اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ نصیحت پر عمل کریں۔

۶۔ عدت سے متعلق مطلقہ عورتوں کی عدت اور وفات کی عدت قرآن کی عبارۃ النص سے ثابت ہیں۔ وفات کی عدت پہلے ایک سال تھی جسکو اسلام نے ابتداء میں بر قرار رکھا پھر اس کو بھی منسوخ کر کے چار ماہ دس دن عدت وفات مقرر کر دی۔ اس طرح تمام طرح کی عدتیں عبارۃ النص سے ثابت ہیں۔

۷۔ رضاعت ست متعلق آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ماوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ ملائیں اور یہ کہ باہمی رضامندی سے وہ بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں اور بچوں کے باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق دودھ پلانے والیوں کو کھانے اور کپڑوں کا خرچ مہیا کریں۔ اور یہ کہ بچوں کی وجہ سے ماں باپ میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔